

حجاب، پورٹ لینڈ اور ٹرین

امریکی شہر پورٹ لینڈ میں شام کے وقت دونو جوان لڑکیاں ٹرین میں سوار ہوئیں۔ تھوڑی دیر بعد انہیں پتہ چلا کہ غلط ٹرین میں بیٹھ چکی ہیں۔ بچیوں کی عمریں تقریباً سولہ برس تھی۔ ایک لڑکی ڈسٹنی مینگم، عام سے مغربی لباس میں تھی۔ ساتھی مسلمان تھی اور سر پر حجاب لیا ہوا تھا۔ دونوں کی جلد کارنگ سیاہی مائل سا تھا۔ یعنی دونوں سفید فام امریکی نہیں تھیں۔ مینگم اور اسکی دوست بالکل آرام سے سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ جیسے ہی ٹرین اگلے اسٹیشن پر رکتی ہے، اتر کر دوسری ریل میں بیٹھ جائیگی اور ادھ پونے گھنٹے میں گھر ہوئیں۔ عام سی ٹرین، عام سے مسافر۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی کہ کوئی بھی مینگم اور اسکی مسلمان دوست کو قابل توجہ سمجھتا۔ جرمی جوزف بھی نزدیکی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ سفید فام امریکی سیٹ سے اٹھا اور دونوں بچیوں پر جملے کنسنے شروع کر دیے۔ نعرے مارتے ہوئے کہنے لگا کہ تم دونوں مسلمان لگتی ہو۔ تم نے یہ حجاب کیوں پہنا ہوا ہے۔ تم دونوں کو امریکہ سے دفع ہو جانا چاہیے۔ تم جیسے لوگوں کو امریکہ میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ صرف اور صرف سفید فام لوگوں کا ملک ہے۔ مسلمانوں کا یہاں کوئی کام نہیں۔ ٹرین چل رہی تھی۔ کسی نے بھی جرمی کی لائینی باتوں کی طرف توجہ نہیں دی۔ اسلیے کہ اس طرح کے فارغ العقل لوگ ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ امریکہ میں بھی اور ہمارے جیسے ملکوں میں بھی۔ بات یہیں تک رہتی تو ٹھیک تھا۔ اسٹیشن آنے میں صرف چند منٹ رہ گئے تھے۔ اچانک جرمی نے جیب سے ایک بڑا سا چاقو نکالا اور لڑکیوں کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ نعرے لگا رہا تھا کہ دونوں کو قتل کر ڈالوں گا۔ کیونکہ یہی تمہارا فطری انجام ہونا چاہیے۔ بچیوں نے چیخیں مارنا شروع کر دیا۔ انتہائی مختصر سی مہلت میں تین سفید فام مسافر اپنی اپنی نشستوں سے اٹھے اور جرمی کو پکڑنے کی کوشش کی۔ جرمی نے لڑکیوں پر حملہ ترک کر کے مسافروں کو مارنا شروع کر دیا۔ تینوں میں ایک نوجوان بیچی صرف تیس برس کا تھا۔ زندگی کے تمام ارمان لیے ہوئے بھرپور نوجوان۔ جرمی نے اسکے پیٹ میں چاقو گھونپ دیا اور مارتا رہا۔ بیچی اسی جگہ دم توڑ گیا۔ دوسرا مسافر رکی بیسٹ تھا۔ عمر پچاس برس کی تھی اور اسکے چار بچے تھے۔ جرمی کو پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس پاگل آدمی نے رکی بیسٹ کو بھی چاقو سے چھلنی کر دیا۔ وہ بھی موقع پر ہی جاں بحق ہو گیا۔ تیسرا سفید فام فلچر تھا۔ اس نے جرمی کو دھکا دیکر گرا دیا۔ جرمی نے فلچر کی شہ رگ پر چاقو کا وار کیا۔ فلچر کی گردن پر شدید زخم آئے مگر شہ رگ کٹنے سے بچ گئی۔ جیسے ہی ٹرین رکی، جرمی ٹرین سے اتر اور چاقو لہراتا ہوا موقع سے فرار ہو گیا۔ بچیاں خوف سے کانپ رہی تھیں۔ تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں کہ سفر میں ان پر اتنا المناک قاتلانہ حملہ ہوگا۔ ٹرین سے اتریں اور روتی ہوئی اسٹیشن سے باہر نکل آئیں۔ ٹرین کو اسی جگہ روک لیا گیا۔ پولیس اور ڈاکٹروں کی ٹیم فوراً موقع پر پہنچ گئی۔ ہماری طرح نہیں جہاں پولیس اطمینان سے ہر گھناؤنی واردات مکمل ہونے کا انتظار کرتی ہے۔ جان بوجھ کر ہر مشکل جگہ پہنچنے میں دیر کرتی ہے۔ موقع واردات پر ہماری پولیس پہنچنے سے مسائل بڑھتے ہیں بلکہ کم نہیں ہوتے۔ اب تو یہ حالات یہ ہیں کہ مقتول کی نعش گھنٹوں موقع واردات پر پڑی رہتی ہے اور وہاں کوئی پولیس والا نہیں پہنچتا۔ خیر میں اپنے ملک کو اب ایک ناکام ریاست گردانتا ہوں۔ جہاں قانون صرف اور صرف کتابوں تک محدود ہے۔ انصاف ملنا ناممکن ہو چکا ہے۔ خیر پورٹ لینڈ کی پولیس اور ہمارے اداروں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جب پولیس ٹرین میں پہنچی

تو دو لاشیں فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔ فلچر کی گردن سے خون بہہ رہا تھا مگر وہ زندہ تھا۔ فلچر کو اسی جگہ فوری طبی امداد دی گئی اور ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ بروقت امداد سے فلچر زندہ بچنے میں کامیاب ہو گیا۔ باقی دو لوگ اتنے خوش قسمت نہیں تھے۔ پولیس کے پہنچنے سے پہلے ہی زندگی کی بازی ہار چکے تھے۔

جرمی زیادہ دور تک نہ جاسکا۔ اسے فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ ایک جنونی آدمی ہے۔ اسکی فیس بک بیج پر درج تھا کہ امریکہ صرف اور صرف "اچھے عیسائیوں" کا ہے۔ اس میں مسلمانوں، یہودیوں اور برے عیسائیوں کی کوئی جگہ نہیں۔ یہ بھی پتہ چلا کہ جرمی نے گھر میں نازی جرمنی کے زمانے کی آرمی یونیفارم رکھی ہوئی تھی۔ گھر آ کر فوجی یونیفارم پہن لیتا تھا۔ فیس بک پر اس کے خیالات انتہائی تشدد پسندانہ تھے۔ معاملہ یہاں نہیں رکتا۔ جرمی 9/11 کے بعد ذہنی طور پر مکمل جنگی اور نسلی جنون کا شکار ہو چکا تھا۔ وہ جہاں بھی کسی مسلمان کو دیکھتا تھا، اس جگہ پر گالیاں دینا شروع کر دیتا تھا۔ پولیس نے کئی بار اسے گرفتار کیا اور تھوڑے عرصے کے بعد ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ اسکے خلاف نسلی تشدد کے کئی مقدمات درج تھے۔ مگر اس نے مسلمان لڑکی کو قتل کرنے کی کوشش پہلی بار کی تھی۔ گرفتاری کے بعد جب جرمی کو عدالت میں پیش کیا گیا تو وہاں بھی شور مچاتا رہا۔ نعرے لگاتا رہا کہ وہ اصلی محبت وطن شخص ہے۔ حج اور پولیس والے امریکہ کے غدار ہیں۔ جرمی اس وقت جیل میں ہے اور اسکے خلاف قانونی کارروائی تیزی سے جاری ہے۔

یہ واقعہ کوئی زیادہ دیر پرانا نہیں ہے۔ یہ پچھلے جمعہ کا واقعہ ہے یعنی ٹھیک ایک ہفتہ پہلے۔ فلچر کل ہسپتال سے فارغ ہوا۔ اپنے گھر پہنچنے کے فوراً بعد پہلا کام یہ کیا کہ مینگم کو فون کیا اور اسکے گھر آنے کی اجازت مانگی۔ مینگم اور اسکی والدہ کیلئے فلچر ایک فرشتہ تھا۔ مینگم کے گھر پہنچا تو سارا خاندان زار و قطار رو رہا تھا۔ مینگم اور اسکی مسلمان سہیلی، فلچر کا ہاتھ پکڑ کر مسلسل روتی رہیں۔ وہ ان انجان لوگوں کیلئے بھی رورہی تھیں جنہوں نے انہیں بچانے کیلئے جان دے ڈالی۔ واپسی پر فلچر گھر پہنچا تو یہ سٹوری پورے امریکہ میں ہرزبان زد عام تھی۔ فلچر ایک ہیرو بن چکا تھا۔ ایک بہادر امریکی کے طور پر مشہور ہو چکا تھا۔ مگر اس نے سوشل میڈیا پر پیغام دیا کہ وہ قطعاً ہیرو نہیں ہے۔ اسے کوئی تعریف یا شاباش کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ امریکی قوم کو چاہیے کہ ان نوجوان بچیوں کی دل جوئی کرے جو اب تک شدید خوف میں سانس لے رہی ہیں۔ اس نے ایک فنڈ قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جسکا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح بچیوں کی سفر کے دوران حفاظت کی جاسکے۔ آج کل امریکی لوگ بڑھ چڑھ کر اس فنڈ میں حصہ ڈال رہے ہیں۔ امریکہ میں مسلمان تنظیموں نے بھی سانحہ کے مقتولین اور متاثرین کی مدد کیلئے ایک چندہ کی مہم شروع کر دی۔ صرف ایک دن میں اس میں لاکھوں ڈالر جمع ہو گئے۔ یہ ایک قابل تحسین عمل ہے۔

کسی بھی انسان کی بروقت مدد کرنا ایک بے لوث جذبہ ہے۔ پورٹ لینڈ میں ہونے والے واقعہ نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہمارے ملک میں اچھے اور مخلص لوگوں کی بالکل کمی نہیں۔ مگر ایک ادنیٰ نظام نے ہم سب کو اس بری طرح جکڑ رکھا ہے کہ کوئی اپنی مرضی سے سانس تک نہیں لے سکتا۔ پورا ملک عملی طور پر ڈاکوؤں، لٹیروں، بدمعاشوں اور معاشی دہشت گردوں کے جال میں سسک رہا ہے۔ عام آدمی پر بھی اس کیفیت کا بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ مشال خان کے بہیمانہ قتل کا واقعہ صرف چند ماہ پرانا ہے۔ یونیورسٹی انتظامیہ کے اراکین، طلباء اور باہر سے آئے ہوئے چند لوگوں نے مشال خان پر ظالمانہ تشدد کیا۔ ہاتھ اور پیر توڑ دیے۔ لاش پر بھی ڈنڈے

برساتے رہے۔ لعش پر تھوکتے رہے۔ مگر اہم سوال یہ ہے کہ پوری یونیورسٹی میں ایک شخص نے بھی مشال خان کو بچانے کی کوشش نہیں کی۔ کوئی بھی ہجوم کے سامنے تن کر کھڑا نہیں ہوا کہ تم اس نوجوان کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ پورٹ لینڈ میں ٹرین کے سانحہ کی طرح کوئی بھی اس ہجوم کے تشدد کو روکنے پر برسر پیکار نہیں ہوا۔ مشال خان کے مسئلے میں تمام فریق مسلمان تھے۔ مارنے والے بھی اور مرنے والے بھی۔ لیکن کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ کسی غیر مسلم کی مدد کیلئے مسلمان نوجوان پوری قوت سے کھڑا ہو گیا ہو۔ میری نظر سے ایسا کوئی واقعہ نہیں گزرا۔ آپ ہم مذہبوں کی بات رہنے دیجئے۔ یہاں عیسائیوں کو زندہ جلادیا جاتا ہے۔ اگر یقین نہیں آتا تو ساجد مسیح اور شمع بی بی کا کیس پڑھ لیجئے۔ انکو بھٹے کی آگ کے سپرد کر دیا گیا۔ کسی نے بچانے کی کوشش نہیں کی۔ کوئی سامنے آنے کی جرات نہیں کر سکا۔ ہماری اضطراری اور جذباتی حرکتوں کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے سے محفوظ نہیں ہیں تو اقلیتوں کے تحفظ کی بات کیا کی جائے۔ وہ تو اس ملک میں ایک مستقل خوف میں سانس لے رہی ہیں۔ بلکہ سانس لینے پر مجبور ہیں۔ سندھ میں ہندو لڑکیوں کو مسلمان بنا کر شادی کرنے کا عمل پوری طاقت سے جاری و ساری ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ رہا کہ یہ سب کچھ غلط ہو رہا ہے۔ زبردستی کسی کو بھی اپنا مذہب چھڑوانے کی ہمارے عظیم دین میں بھرپور ممانعت ہے۔ مگر یہاں کون پرواہ کرتا ہے۔ یہ معاشرہ ایک جنگل ہے۔ جہاں طاقتور جانور، کمزوروں کو چیر پھاڑ کے اپنی بھوک مٹاتے ہیں۔ پورٹ لینڈ جیسی مثال ہمارے سماج میں ڈھونڈنا ایک بیوقوفی نہیں بلکہ حماقت ہے۔

آج کل رمضان کا مقدس مہینہ ہے۔ ہر ایک ان گنت نیکیاں سمیٹنے میں مصروف ہے۔ مگر تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ اکثریت ایک دوسرے کی جیب کاٹنے میں بھی بھرپور طریقے سے مصروف ہے۔ دین اپنی جگہ اور کاروباری طرز زندگی کا لالچ اپنی جگہ۔ کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ہماری غیر مذہبی اور مذہبی تنظیمیں، سیاسی اور غیر سیاسی قیادتیں، پورٹ لینڈ کے واقعہ پر توجہ دیں۔ جن سفید فام لوگوں نے مسلمان بچیوں کیلئے جان کی بازی لگا دی، انکے اہل خانہ کیلئے بھرپور مالی امداد کا اعلان کریں۔ ہمارے اکابرین امریکہ جائیں اور ان بہادر لوگوں کے خاندانوں پر دست شفقت رکھیں۔ اس عمدہ حرکت سے پاکستان کی بھرپور نیک نامی ہو سکتی ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوگا۔ ہمارے دل اتنے وسیع نہیں کہ غیر مسلموں کے دلیرانہ اقدام کی زبانی تعریف ہی کر دیں۔ امداد تو خیر دور کی بات ہے۔ اس خوف زدہ معاشرے میں یہ سب کچھ کرنے کی جرات کسی کے پاس نہیں۔

راؤ منظر حیات